رجم یقیناً ایک حد شرعی ہے

جناب ملک غلام علی صاحب مدیر شعبہ علمیہ منصورہ

سابق معاون خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مغفور

روزنامہ پاکستان ٹائمز مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۸۱ء میں سابق چیف جسٹس مسٹر محمد یعقوب علی صاحب
کا ایک مضمون "کیا رجم ایک اسلامی سزا ہے؟" کے زیر عنوان چھپا ہے۔ اس میں سب سے پہلے
رسالہ "نیوزویک" کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ ایران کی ایک شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق
چار افراد پر رجم یعنی سنگساری کی حد جاری ہوئی ہے۔ اور اسی رسالے کا یہ تبصرہ بھی مضمون میں نقل
کیا گیا ہے کہ "اسلامی قانون میں فوجداری سزائیں بہت سخت ہیں۔ مثلاً شرابی کو کوڑے مارے جاتے
ہیں، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور زنا کی سزا رجم ہے۔ وہاں کے مقامی افسروں نے اس وحشی پن
کے لیے کوئی معذرت پیش نہیں کی۔ اور جب پوچھا گیا کہ اس سے پہلے ایران کی انقلابی عدالتوں نے
رجم کی سزا کیوں نہیں دی تو جواب یہ دیا گیا کہ پہلے اسلامی قوانین کا صحیح اتباع نہیں ہو سکا۔"

توقع تو یہ تھی کہ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت کے فاضل جج نے اگر ایک جاہل اور دشمن اسلام
کی یاوہ گوئی کو نقل کر ہی دیا ہے تو وہ اس کی پوری نہیں تو جزوی تردید ہی کی ضرورت محسوس کریں گے کیونکہ
اُس بدباطن نے نہ صرف رجم کو بلکہ دوسری اسلامی سزاؤں کو جن میں شراب نوشی اور چوری کی سزا بھی
شامل ہے، سب کو اپنی دریدہ دہنی کا ہدف بنایا ہے۔ لیکن جج صاحب نے جواب میں کہا تو یہ کہا
کہ اسلام سے پہلے ایسی ظالمانہ و وحشیانہ سزائیں رائج تھیں لیکن اسلام نے اس صورتِ حال کو تبدیل
کیا۔ جناب محمد یعقوب علی صاحب کا مزید کہنا یہ ہے کہ پتھر مار کر انسان کی جان لینا اس دین کے
لیے قابلِ تحسین نہیں ہو سکتا جسے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ یہ رجم کی

سزا تو رومیوں اور یہودیوں میں رائج تھی جس کا اسلام نے خاتمہ کر دیا ہے۔ سابق چیف جسٹس صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے قول کے حق میں کتب تفسیر و حدیث کے حوالوں سے کچھ دلائل و شواہد پیش کرنے کی بھی سعی کی ہے جس کا مختصر تجزیہ یہاں مقصود ہے۔

آغاز بحث میں صاحب مضمون فرماتے ہیں کہ سورہ نور آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری ہے کہ مرد اور عورت اگر زنا کریں تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑوں کی سزا دو۔ یہاں "اَلزَّانِیُ" اور "اَلزَّانِیَۃُ" کے شروع میں الف لام استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بیان کردہ سزا کا اطلاق ہر زانی اور زانیہ پر ہوگا۔ خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا کنوارے۔ اس کے حق میں پہلا حوالہ جو انہوں نے دیا ہے وہ ابو حیان کی تفسیر البحر المحیط جلد ۶ صفحہ ۴۲۸ کا ہے۔ حوالوں پر گفتگو سے پہلے یہ واضح کر دینا مناسب ہے کہ ہماری معلومات کے مطابق یعقوب علی صاحب عربی زبان پر دسترس نہیں رکھتے، اس لیے ظاہر ہے کہ یہ حوالے ایسے منکرین حدیث کے فراہم کردہ ہیں جو سنّت سے ثابت شدہ حدِ رجم کو تسلیم نہیں کرتے۔ اب ہم تفسیر البحر المحیط کا حوالہ لیتے ہیں۔ اس میں بلاشبہ آغاز کلام اس سے ہے کہ "ال" عموم کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بعد ابو حیان فرماتے ہیں۔

"وقال ابن سلام وغیرہ هو مختص بالبکرین"

ابن سلام اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ "ال" تخصیص کا ہے جو سزا کو غیر شادی شدہ زانیہ اور زانی کے لیے مختص کرتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

واتفق فقهاء الامصار علی ان المحصن یرجم ولا یجلد

(بلادِ اسلام کے فقہاء کا اتفاق ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے، کوڑے نہ لگائے جائیں۔)

پھر لکھتے ہیں:۔

وقد ثبت الرجم بالسنة المستفیضة وعمل به بعد الرسول خلفاء الاسلام ابوبکر وعمر وعلی ومن الصحابة جابر وابوهریرة وبریدة الاسلمی وزید بن خالد۔

(حدِ رجم سنتِ مشہور سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ اور صحابہ کرام حضرت جابرؓ، ابوہریرہؓ، بریدہ اسلمیؓ، زید بن خالد، رضی اللہ عنہم نے اسی کے مطابق عمل فرمایا ہے)۔

یہ ساری عبارات اسی صفحہ ۴۲۸ پر درج ہیں۔ جن کا حوالہ جسٹس صاحب نے دیا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حوالہ مہیا کرنے والے لوگ دوسرے اقوال کو تو ہضم کر گئے اور صرف ایک تمہیدی مجمل فقرہ جج صاحب تک پہنچنے دیا۔ پھر مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ جج صاحب "المحیط" کا حوالہ دینے کے بعد فرماتے ہیں کہ تفسیر نہر الماد جو المحیط کے حاشیے پر چھپی ہے اس میں بھی اسی بات کی تائید ہے جو المحیط میں بیان ہے۔ شاید جج صاحب اور جن صاحب سے انہوں نے یہ حوالہ نقل کیا ہے، دونوں کے علم میں یہ حقیقت نہیں ہے کہ "النہر" جو المحیط کے حاشیے پر چھپی ہے۔ یہ کسی دوسرے مفسر کی تفسیر نہیں ہے۔ یہ البحر المحیط ہی کا اختصار ہے جو خود مصنّف ابو حیان ہی نے کیا ہے اور اس کی تصریح پہلی جلد میں اور اس کے بعد ہر جلد کے سرورق پر دی گئی ہے۔ چنانچہ یہ خلاصۂ تفسیر جو بڑی تفسیر کے حاشیے پر مطبوعہ ہے۔ اس کے صفحہ ۴۲۸ ہی پر اس ابتدائی فقرے سے اخذ کردہ مفہوم کا رد بھی موجود ہے جو فقرہ یعقوب علی صاحب نے نقل کیا ہے۔ حاشیے میں مصنّف کہتے ہیں:

"کہ اگر تم یہ کہو کہ الف لام کا تقاضا یہ ہے کہ کوڑے کی سزا کا حکم تمام زانی مردوں اور عورتوں سے متعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ الف لام کی دلالت علی الاطلاق ہے جو کل پر بھی منطبق ہوسکتی ہے اور بعض پر بھی، اور متکلم کا مقصود شادی شدہ یا غیر شادی شدہ دونوں میں سے کوئی ایک ہوسکتا ہے"۔

اس کے بعد فاضل جج امام رازی کی تفسیر کی جلد ۶، صفحہ ۱۴۲ کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"امت کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ نور میں سو کوڑوں کی جو سزا بیان ہوئی ہے۔ اُس کا اطلاق ہر قسم کے زنا پر ہوتا ہے"۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ صحیح اور حقیقی صورتِ حال کیا ہے؟ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر جلد ۶ کے صفحہ نمبر ۱۳۰ سے سورۂ نور کا آغاز کرتے ہیں۔ امام رازی شافعی المسلک ہیں اور صفحہ ۱۳۲ پر وہ امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:۔

حد الزنا ان کان محصناً یرجم وان لم یکن محصناً یجلد۔
(زنا کی حد یہ ہے کہ اگر زانی شادی شدہ ہو تو رجم کیا جائے، اور کنوارہ ہو تو اُسے دُرّے لگائے جائیں۔)

آگے صفحہ ۱۳۳ پر اس حدیث صحیح کا ذکر کرتے ہوئے جس میں وارد ہے کہ مسلمان کی جان لینا تین صورتوں میں جائز ہے جس میں ایک یہ ہے کہ وہ شادی ہو جانے کے بعد زنا کرے۔ پھر لکھتے ہیں:۔

واذا ثبت انہ وجد الزنا بعد احصان، وجب الرجم لھذا الحدیث
(اگر ثابت ہو جائے کہ اُس کے نکاح کے بعد زنا کیا ہے تو اس حدیث کی رُو سے اُسے سنگسار کرنا واجب ہے)۔

صفحہ ۱۳۴ پر پھر فرماتے ہیں:۔

حد الزنا علی الثیب الرجم وحد البکر الجلد والتغریب (شادی شدہ پر زنا کی حد رجم ہے اور کنوارے کے لیے کوڑے اور جلا وطنی)۔

صفحہ ۱۳۵ پر سورۂ نور کی آیت اور احادیثِ رجم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

الخبر المتواتر یقتضی وجوب الرجم۔ (احادیثِ متواترہ رجم کے وجوب کا تقاضا کرتی ہیں)۔

نیز لکھتے ہیں:۔

وتخصیص عموم القرآن بالخبر المتواتر غیر ممتنع ....
(قرآنی آیات کے کسی عام حکم میں احادیث متواترہ کے ذریعے سے تخصیص ممنوع نہیں۔)

یعنی قرآن میں زنا کی عام حد سو کوڑے مذکور ہے لیکن اس عام حکم میں حدیث متواترہ کی رُو سے یہ تخصیص کر دی گئی ہے کہ:۔

"جو زانی شادی شدہ ہو اس کی سزا رجم ہے۔"

ان ساری تفصیلات و تصریحات کے بعد وہ عبارت آتی ہے جسے جسٹس یعقوب علی صاحب نے نقل کیا ہے۔ مگر اس کے نقل کرنے میں بھی ناقل نے کمال یہ کیا ہے کہ اُس کا فقط پہلا حصہ لے لیا ہے اور آخری حصہ حذف کر دیا ہے۔ پوری عبارت یوں ہے:۔

اتفق الامۃ علی ان قولہ سبحانہ وتعالیٰ الزانیہ والزانی یفید الحکم فی کل الزناۃ لکنھم اختلفوا فی کیفیۃ تلک الدلالۃ فقال قائلون لفظ الزانی یفید العموم والمختار انہ لیس کذلک ویدل علیہ امور احدھا ان الرجل اذا قال لبست الثوب او شربت الماء لایفید العموم"۔

(امت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "الزانیہ والزانی" میں جو حکم دیا گیا ہے اس کا تعلق سارے زانیوں سے ہوسکتا ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس حکم کی دلالت کی نوعیت کیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حکم عموم کا فائدہ دیتا ہے اگر قابلِ ترجیح قول یہ ہے کہ اس میں عموم نہیں ہے اور اس کا ثبوت مختلف امور سے ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ جب ایک شخص کہے کہ میں نے کپڑا پہنا یا پانی پیا تو الثوب اور الماء کے جو الفاظ آتے ہیں وہ "ال" کے باوجود عموم کا فائدہ نہیں دیتے، یعنی قائل کا منشا یہ نہیں ہوتا کہ ہر میں نے ہر قسم کا کپڑا پہنا یا ہر قسم کا پانی پیا۔)

یہ قریب قریب وہی بات ہے کہ جو پہلے ہم محیط کے حوالے سے نقل کرچکے ہیں۔ اس کے بعد امام رازی نے آئندہ صفحات میں رجم کی شرائط کی مزید تفصیل دی ہے، مثلاً شادی شدہ ہونے کے علاوہ زانی عاقل و بالغ ہو، آزاد ہو، غلام نہ ہو۔ اگر عورت حاملہ ہوگئی تو وضع حمل کے بعد تک حدِ رجم مؤخر کردی جائے گی، جیسا کہ قبیلہ جُہَینَہ کی عورت کے معاملے میں آنحضورؐ نے کیا۔ عورت ہو تو اس کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے گا۔ صفحہ ۱۴۷ تک یہ ساری تفصیلات بیان کی گئی ہیں جو حدِ رجم ہی سے متعلق ہیں۔ اب یہ دیانت کی کون سی قسم ہے کہ ایک ناتمام فقرہ تو لے لیا جائے اور بقیہ سارے مباحث سے آنکھیں بند کرلی جائیں اور فقط یہ کہہ دیا جائے کہ امام رازی کے نزدیک بھی ہر زانی کی سزا فقط کوڑے ہیں۔

اس کے بعد یعقوب علی صاحب لکھتے ہیں:-

"جو لوگ رجم کے قائل ہیں، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ قرآن مجید میں ایک ایسی آیت تھی جس میں بوڑھے زانی و زانیہ کے لیے حدِ رجم کا ذکر تھا لیکن وہ آیت بعد میں

منسوخ ہو گئی، لیکن ان احادیث کی سند کمزور ہے۔"

یہ خواہ مخواہ کا خلطِ مبحث ہے۔ قرآن مجید جو اس وقت ہمارے پاس موجود و محفوظ ہے، اس کی ترتیبِ تلاوت آنحضورؐ نے وحی کے مطابق مقرر فرمائی ہے اور کاتبین وحی سے اُسے لکھوا بھی لیا تھا۔ اس کی دوبارہ کتابت پر جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو مامور فرمایا تھا تو ہر آیت کے لیے کم از کم دو قاری صحابہ کرام کی شہادت لی گئی تھی۔ چنانچہ موجودہ مصحف کی صحتِ تواتر پر صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک سلف و خلف کا اجماع ہو چکا ہے۔ موجودہ متنِ قرآن کے سوا بعض شاذ قرأتیں یا آیتیں خواہ قوی الاسناد احادیث میں منقول ہوں یا ضعیف الاسناد روایات میں، ان پر نہ الفاظِ قرآنیہ کا اطلاق ہو سکتا ہے، نہ انہیں احکامِ شرعیہ کا ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک حدِ رجم کا تعلق ہے اُس کا قطعی ثبوت سنتِ نبویہؐ، سنتِ خلفائے راشدینؓ اور اجماعِ امت سے فراہم ہوتا ہے اور شرعی احکام و حدود کا سر چشمہ اور ماخذ جس طرح کتاب اللہ ہے اسی طرح سنتِ رسول اللہ ہے۔ یہ امر قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور ہمارے دستور میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔

اس مقام پر جج صاحب نے بعض روایات ایسی نقل کی ہیں جن کے ماخذ کا حوالہ بھی نہیں دیا اور اُن کا مضمون بھی باہم متضاد ہے۔ مثلاً ایک روایت میں مروان حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عمرؓ کے آپس میں گفتگو کا ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی مذکور ہے کہ اس گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت رجم کے بارے میں دریافت فرمایا۔ جناب یعقوب علی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مروان کی عمر وصالِ نبویؐ کے وقت بمشکل پانچ برس ہو گی۔ اس طرح کا عہدِ نبوی کا مکالمہ جس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے، اس میں بھلا مروان کیسے شریک ہو سکتا ہے اور رجم کی بحث میں کیسے حصہ دار ہو سکتا ہے۔

جسٹس صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی تو ہے مگر یہ سورۂ نور کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب سورۂ نورؐ میں سو کوڑوں کی سزا کا حکم نازل ہو گیا، اس کے بعد آنحضورؐ نے رجم کی سزا کبھی نہیں دی۔ جج صاحب کے بقول یہ موقف اختیار کر لینے کے بعد سورۂ نور کی آیت اور ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، جن میں رجم کا ذکر ہے۔ یہ موقف بھی

سراسر تصنع و تکلف پر مبنی اور خلافِ حقیقت ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت زید بن خالد کی روایت جسے بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔ اس میں بیان ہے کہ دو اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لائے۔ ایک نے کہا کہ میرا بیٹا اُس دوسرے شخص کے ہاں اُجرت پر کام کرتا ہے۔ اُس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا۔ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا "میں کتاب اللہ ہی کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ تیرے بیٹے کے لیے سو کوڑے ہیں اور ایک سال کے لیے اسے شہر بدر کیا جائے"۔ پھر آپ نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص سے فرمایا۔ "اے انیسؓ جاؤ اور اس شخص کی بیوی سے اس معاملے میں پوچھو۔ اگر وہ اعترافِ زنا کرے، تو اُسے رجم کر دو"۔ چنانچہ اس نے جرم کا اعتراف کیا اور رجم کر دی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے بیک وقت ایک ہی مقدمے میں غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگوائے اور شادی شدہ زانیہ پر رجم کی حد جاری فرمائی۔ دوسرے لفظوں میں یہ نظریہ بالکل غیر صحیح ہے کہ رجم کی سزا منسوخ ہو گئی۔ رجم کی حد حضرت ماعزؓ اور خاتون غامدیہ پر بھی نافذ ہوئی اور اس کے راویوں اور شاہدین میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت خالدؓ بن ولیدؓ اور حضرت ابن عباسؓ شامل ہیں، جو سورۂ نور اور واقعہ افک کے بعد مدینہ میں آکر مقیم ہوئے۔ بخاری، کتاب الحدود، رجم المحصن کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ جو رجم کے شاہد و راوی ہیں وہ ۷ھ میں مسلمان ہوئے اور ابن عباس ۹ھ میں والدہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور سورۂ نور کا نزول اور اس میں بیان کردہ واقعہ افک ۵ھ سے بہرحال پہلے پیش آیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی طبقات ابن سعد کے مطابق صفر ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی ایک حدیث ابوداؤد اور نسائی میں مروی ہے کہ ایک زانی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سزائے تازیانہ دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شادی شدہ ہے تو آپ نے اسے رجم کرایا۔ اس کے بارے میں غالباً پہلے یہ ثابت و معلوم نہ ہو سکا ہو گا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ اور بعد میں اس کا ثبوت فراہم ہوا ہو گا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے اور غیر شادی شدہ کی سزا ابدی ترقی ہے اور یہ دونوں سزائیں اپنی اپنی جگہ پر ایک ہی زمانے میں رائج و نافذ تھیں۔ اس میں نسخ و تضادم یا تقدیم و تاخیر کا مفروضہ قطعی غلط ہے۔ امام بدرالدین عینی اور دوسرے محدثین و

مورخین نے بھی احادیثِ رجم کی تشریح میں واضح کر دیا ہے کہ سورۂ نور کا نزول اور واقعۂ افک کا صدور پہلے ہوا ہے اور رجم کی سزا بعد میں نافذ ہوتی رہی ہے اور یہ خیال باطل ہے کہ سورۂ نور کے بعد رجم کی سزا جاری نہیں ہوئی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، رجم کا حد ہونا سنتِ متواترہ سے بلا شک و شبہ ثابت ہے۔ اور سنت کی حجیت، اس کا ماخذِ دین ہونا اور واجب الاتباع ہونا کتاب اللہ ہی سے ثابت ہے۔ یہی منشا ہے آنحضورؐ کے اس ارشاد کا کہ میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، جس کے بعد آپ نے رجم کی حد جاری فرمائی۔ اور آپ کے بعد پوری امت پر اطاعتِ رسولؐ اسی طرح واجب ہے جس طرح اللہ کی اطاعت واجب و لازم ہے۔ من یطع الرّسول فقد اطاع اللہ (النساء - ۸۰)

اس بحث کے دوران میں جناب مضمون نگار نے شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۶ میں زنا کی سزا بیان نہیں ہوئی۔ بلکہ یہاں عملِ قومِ لوط کی سزا کا ذکر ہے۔ یہ بھی خواہ مخواہ مسئلہ کو الجھانے کی کوشش ہے اور اس کا مقصود اگر یہ مغالطہ انگیزی ہے کہ شاہ صاحب رجم کے قائل نہیں تو یہ قطعاً غلط اور بے جا اتہام ہے۔ اس کی تردید کے لیے ایک ہی حوالہ کافی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۵۰۴ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اعلم انہ کان من شریعۃ من قبلنا القصاص فی القتل و الرجم فی الزنا و القطع فی السرقۃ، فھذہ الثلاث کانت متوارثۃ فی الشرائع السماویۃ و اطبق علیھا جماھیر الانبیاء و الامم

(جان لو کہ ہم سے پہلی شریعتوں میں بھی قتل میں قصاص، زنا پر رجم اور چوری میں قطعِ ید موجود تھا۔ یہ تینوں حدود آسمانی شریعتوں میں متوارث چلی آ رہی ہیں اور تمام انبیاء اور امتوں کی فطرت اور سرشت میں یہ قوانین شامل رہے ہیں)۔

جن لوگوں نے یہ غلط نظریہ قائم کر رکھا ہے کہ عہدِ نبویؐ میں رجم کی سزائیں سورۂ نور کے نزول سے پہلے دی گئی ہیں۔ ان کے پاس اس حقیقتِ ثابتہ کی کیا توجیہہ ہے کہ حدِ رجم کا اجراء حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے بھی کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کو جب مفسدین نے گھر میں محصور کر دیا تھا اور ان کے خلاف ہر طرح کے بے ہودہ الزامات عاید کر رہے تھے (اور ان کو شہید کرنے کی باتیں کر رہے

تھے) تو انہوں نے دیوار پر سے جھانک کر فرمایا تھا کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کا قتل صرف تین صورتوں میں روا رکھا ہے۔ ایک یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کرے، دوسرے یہ کہ وہ مرتد ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کرے۔ میں نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تو تم میرا خون کس بنا پر بہانا چاہتے ہو۔"

اگر زانی محصن کی سزائے موت میں ذرہ برابر بھی شبہ یا اختلاف ہوتا یا سورۂ نور کی آیت نے اسے منسوخ کر دیا ہوتا تو فتنہ پردازوں کے لیے یہ کہنا نہایت آسان تھا کہ حضرت عثمانؓ آنحضورؐ کی جانب غلط بات منسوب کر رہے ہیں۔ لیکن ان کا خاموش رہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ رجم کی سزا کا آنحضورؐ کی قولی و فعلی سنّت ہونا ایک مسلّمہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

یعقوب علی صاحب نے بحث کے آخر میں لکھا ہے کہ نظامی، ابن رشید، خوارج، معتزلہ اور امام طحاوی نے بھی رجم کے خلاف وزنی دلائل دیے ہیں۔ ان میں سے بعض نام اور الفاظ تو معلوم ہوتا ہے کہ نقل کرتے وقت اس طرح بگاڑ دیے گئے ہیں کہ ان کا پہچاننا بھی مشکل ہے۔ جہاں تک خوارج و معتزلہ کا تعلق ہے، امت نے ان کے گمراہانہ نظریات اور انکارِ سنّت سے ہمیشہ اظہارِ برأت کیا، چنانچہ ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ خوارج کے تضاد کا عالم یہ تھا کہ ایک طرف وہ بعض صحابہ کرامؓ تک کو گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار دے کر کافر اور واجب القتل قرار دیتے تھے۔ اور دوسری طرف رجم کے منکر تھے۔ حالانکہ زنا گناہِ کبیرہ ہے، تو اس پر سزائے قتل ان کے ہاں جائز (بلکہ لازم) ہونی چاہیے۔ امام طحاوی کا جو مسلک ان کی کتاب شرح معانی الآثار کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی ان پر جھوٹی تہمت ہے۔ اس کتاب کے ایک باب کا عنوان "باب حد الزانی المحصن" ہے۔ اس میں بحث صرف اس امر پر کی گئی ہے کہ شادی شدہ زانی کی حد صرف رجم ہے یا اس کے ساتھ کوڑے بھی ہیں۔ پوری بحث کے آخر میں وہ لکھتے ہیں:

"الزانی المحصن علیہ شئ واحد، فیکون علیہ الرجم الذی قد اتفق انہ علیہ وینتفی عنہ الجلد الذی لم یتفق انہ علیہ وھذا قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد رحمۃ اللہ علیھم۔"

(زانی محصن کی صرف ایک ہی سزا ہے اور وہ رجم ہے جس پر سب کا اتفاق ہے)، اس سے زائد اسے کوڑوں کی سزا نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ شادی شدہ زانی کو رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا کے اضافے پر اتفاق نہیں۔ امام ابوحنیفہ رح، قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی قول ہے)۔

اس مختصر تبصرے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یعقوب علی صاحب دانستہ یا نادانستہ حقائق کو مسخ کرنے اور عبارتوں میں قطع و برید کرنے کے باوجود کہاں تک اپنے موضوعات و دعاوی کو صحیح ثابت کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ سردست ہم نے اپنے تجزیے کو صرف اس حد تک محدود رکھا ہے کہ جس حد تک جج صاحب کے مضمون پر تنقید کے لیے ضروری تھا۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارے پاس رجم کے حق میں مزید دلائل یا مخالفینِ رجم کے دیگر اعتراضات کا جواب نہیں ہے۔

(بقیہ مطبوعات) لہذا پوری مثلث صاف۔ اب قرآن بھی آزاد ہے اور قرآن کا حلیہ بگاڑنے والے بھی۔ مفکرین اسلام اور علمائے دین کو محسوس کرنا چاہیے کہ اس وقت جب کہ اسلامی نظام اور قانون شریعت کا آوازہ بلند ہو رہا ہے۔ منکرین حدیث کو اپنا دوسرا حملہ کرنے کی جرأت اس وجہ سے ہوئی ہے کہ آپ کی فکر میں انتشار رہا ہے اور آپ طرح طرح کی کمزور اور متفرق باتیں کر رہے ہیں۔ بہ طور خود احساس نہیں ہوا تو ایک فتنہ آپ کو احساس دلانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے جس نے رجم، سود اور زکوٰۃ ہی کے متعلق نہیں حدیث و سیرت اور پورے تصورِ دین ہی کو چیلنج کر دیا ہے۔

رسولِ خدا کی تبیینِ قرآن اور عملی اسوہ سے بے نیاز ہو کر تلعب بالقرآن کرنے والی عقل فرمایہ کہاں کہاں پہنچ سکتی ہے۔ یہ کتاب اس کا ایک عبرت ناک مرقع ہے۔ "قرآن بلا رسول" کے اس ہنڈولے میں جو بیٹھا اُسے نہ پھر رسول ملے گا، نہ قرآن، بلکہ اس کا تعقل بھی اضحوکہ بن جائے گا۔